جمعہ کی حقیقت اور فرضیت

افادات ۔از

علامہ محمد عظیم نقشبندی

مدظلہ العالی

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

جمعہ کی حقیقت اور فرضیت

جمعہ کی حقیقت اور حکم سے مسلمانوں کو آگاہ کرنا ہم اپنا مذہبی اور اخلاقی فریضہ سمجھتے ہوئے چند سطور زیر قلم کر رہے ہیں تا کہ جمعہ کی فرضیت مکان اور مکلفین کے حوالے سے ابہام اور مغالطہ آفرینی دور ہو سکے، وباللہ التوفیق،

ملاحظہ ہو قرآن حکیم میں جمعہ کا لفظ ''جمع'' کے وزن اور صیغہ میں ارشاد ہوا ہے: ''واذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ'' یہ اسم تفضیل مونث کی جمع ہے اسم تفضیل کا خاصہ یہ ہے کہ اس کے موصوف میں دوسروں کی بہ نسبت معنی مصدری یعنی حدث زیادہ پایا جاتا ہے یعنی کثرت اور زیادتی اس کی ماہیت کو لازم ہے، اس ضابطہ کی روشنی میں آیہء کریمہ کا معنی یہ ہوگا کہ جس مسجد میں باقی مساجد کی بہ نسبت سب سے زیادہ اجتماع ہوتا ہے زیادہ لوگ اس میں نماز پڑھتے ہیں وہی جامع مسجد ہے جب اس مسجد میں اذان ہو تو لوگ اس مسجد میں نماز جمعہ ادا کرنے کیلئے تمام مشاغل اور مصروفیات کو چھوڑ کر حاضری کو یقینی بنائیں،، ''الجمعۃ'' دو طرح سے آتا ہے، تاء کے ساتھ اور بغیر تاء کے،، ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا ''الجمعۃ، اور الجمع، جیم اور میم دونوں پر ضمہ (پیش) ہو،،

(۲) جیم پر ضمہ ہو اور میم ساکن ہو، دونوں کا معنی ''ای الیوم المجموع فیہ'' یعنی جمعہ وہ دن ہے جس میں مومنین کا اجتماع ہوتا ہے،

اور تاء کے بارے میں فرمایا: ''فتاء ھا للمبالغۃ'' الجمعۃ میں تاء مبالغہ کیلئے ہے،

اب من یوم الجمعۃ کا معنی ہوگا جس مسجد میں جمعہ کے موقعہ پر لوگ بہت زیادہ تعداد میں نماز جمعہ پڑھنے آتے ہوں لفظ جمعہ کی لفظی اور معنوی تحقیق سے ثابت ہوا کہ جمعہ کی نماز اسی مسجد میں ہوگی اور اسی مسجد میں پڑھی جائے گی جس میں مسلمانوں کا اجتماع عظیم ہو، اس کے ہوتے ہوئے دوسری کسی مسجد میں جمعہ قائم کرنا، اور جمعہ ادا کرنا جائز نہیں بلکہ ایسا کرنا قرآن حکیم میں واقع لفظ جمعہ کی لفظی اور معنوی ،حقیقت اور روح کے منافی ہے،،

ملا علی قاری رحمہ اللہ کی تحقیق صرفی اور نحوی سے ثابت ہوا کہ جائے جمعہ ''جامع مسجد'' قضیہ شخصیہ جزئیہ ہے، طبعیہ، یا موجبہ کلیہ نہیں، یہ حکم جاری کیا جائے کہ جس مسجد میں اذان جمعہ دی جائے یا جمعہ قائم کیا جائے وہاں جمعہ پڑھنا جائز ہے،،

آیہء مقدسہ میں ''اذا نودی للصلوۃ من یوم الجمعۃ فاسعوا الی ذکر اللہ'' حکم مطلق نہیں کہ عدم شرائط کے تناظر میں یہ حکم لابشرط شیء کے درجے میں ہو اور ہر مسجد میں جواز جمعہ کی دعوت دیتا ہو،،

بلکہ آیہء مقدسہ میں صحت جمعہ کا حکم بشرط شیء کے درجہ میں ہے، یعنی ایجاب جزی کے حکم میں ہے اگر حکم بشرط شیء کے درجے میں نہ مانا جائے تو اس کی نقیض سالبہ الکلیہ واجب التسلیم ہوگی یہ محال شرعی ہو کر باطل محض ہے کیونکہ قرآن وحدیث نے جمعہ کی فرضیت کو تابع شرائط قرار دیا ہے، جب نقیض باطل ہوئی تو اصل واجب التسلیم ہوگی وہ بشرط شیء ہے یعنی جمعہ کی شرائط ہیں اور جمعہ کی اقامت تابع شرائط ہے، اگر شرائط بلا بشرط شیء ہوں تو پھر ہر مسجد میں قلیل تعداد کی حاضری پر بھی جمعہ صحیح ہوگا یہ نص قطعی کے معارض اور مخالف ہونیکی وجہ سے باطل ہے۔ ''فافہم''

جس طرح ہر مسجد میں جمعہ جائز نہیں اسی طرح ہر کس وناکس جمعہ کے اجراء کا مجاز اور اہل نہیں،

جمعہ ایک بلند پایہ فرض عبادت ہے اس کی شرعی حیثیت اور انفرادی نوعیت کا اندازہ، افراد عامہ سے نہیں، بلکہ قرآن وحدیث کے فہم اورادراک سے ہوتا ہے،، ظاہر الروایت میں ہے: ''لاتصح الجمعۃ الافی مصر جامع' اوفی مصلی المصر ، ولاتجوز فی القری'' جمعہ مصر جامع یعنی جہاں امیر ہو یا قاضی ہو جو احکامات شرعیہ کا نفاذ کرتا ہو اور حدود قائم کرتا ہو، یا شہر کی عیدگاہ ہو، یعنی شہر کی عیدگاہ میں جمعہ پڑھنا صحیح ہے'' ولا تجوز فی القری'' گاؤں / دیہات میں جمعہ پڑھنا جائز نہیں، مذکورہ اس عبارت میں یہ وضاحت کردی گئی ہے کہ صرف مصر جامع، یا مصلی مصر میں جمعہ پڑھنا صحیح ہے،

ان کے علاوہ کسی مقام پر جمعہ کا قیام صحیح نہیں ہے'' ولایجوز فی القری'' میں فتوی ہے کہ گاؤں اور دیہات میں جمعہ کا قیام قطعاً جائز نہیں، اگر پڑھا جائے تو صحیح بھی نہیں اور جائز بھی نہیں، ظاہر الروایت پر اہل تقلید کیلئے عمل کرنا واجب اعراض وانحراف باطل محض ہے،

صاحب ہدایہ نے ولاتجوز فی القری'' پر حدیث سے استشہاد کرتے ہوئے نقل فرمایا: ''لقولہ الصلوۃ والسلام ولا جمعۃ ولاتشریق ولافطر ولا اضحیٰ الافی مصر جامع'' جمعہ، تکبیرات تشریق، عید الفطر، عید الاضحیٰ، مصر جامع کے علاوہ کہیں صحیح اور جائز نہیں،

محدث ابن ابی شیبہ کی روایت میں: ''اوفی مدینۃ عظیمۃ'' کے الفاظ بھی واقع ہوئے ہیں، یعنی بڑے شہر میں جمعہ کا قیام صحیح ہے، محدث ابن ابی شیبہ سے منقول یہ حدیث موقوف اور مروی عن علی رضی اللہ عنہ ہے، محدث ابن حزم، امام بیہقی، امام طحاوی نے اس حدیث موقوف کو صحیح قرار دیا ہے، حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا، اسنادہ صحیح، یعنی حدیث کا سلسلہ سند حضرت علی رضی اللہ عنہ تک صحیح ہے، ان جلیل القدر محدثین کا اس کی صحت کو تسلیم کرنا ثابت کرتا ہے کہ گاؤں میں مذکورہ بالا امور واجب العمل نہیں جن میں جمعہ بھی شامل ہے، لہٰذا گاؤں میں جمعہ کا اجراء فرمان رسول ﷺ کے معارض ہو کر مردود اور باطل ہے،

والمصر الجامع کی تعیین اور تعریف لرتے ہوئے امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے فرمایا: ''والمصر الجامع، کل موضع لہ امیر وقاضی ینفذ الاحکام ، ویقیم الحدود'' اس کا مدلول وہ جگہیں ہیں، جہاں حکومت کی طرف سے باضابطہ نظام عدل وانصاف قائم ہو خواہ ضلع کی سطح پر ہو یا تحصیل کی سطح پر، تھانہ ہو یا عوامی نمائندوں کی بیٹھک یونین کونسل کا دفتر،،

امام موصوف رحمہ اللہ نے فرمایا: ''وعنہ انھم اذا اجتمعوا فی اکبر مساجدھم لم یسعھم'' (ہدایہ)

وہ جگہ بھی المصر الجامع ہے جس کی سب سے بڑی جامع مسجد میں نمازی جمع ہوں تو وہ ناکافی اور تنگ ہو،

شرائط جمعہ میں مصر جامع کا ہونا شرط ہے، اور مصر جامع میں سب سے بڑی مسجد کا ہونا ضروری ہے اور نمازی بھی اتنے ہوں کہ مسجد کی وسعت ان کیلئے ناکافی ہو، امام موصوف کی وضاحت سے

:۱ ثابت ہوا کہ جمعہ کی شرط یہ ہے کہ مسجد بھی بڑی ہو، اور نمازیوں کی تعداد بھی زیادہ ہو،

:۲ یہ بھی ثابت ہوا کہ عندالشرع جامع مسجد صرف وہی ہوگی جو وسیع تر ہو، اور نمازی بھی کثیر تعداد میں ہوں،

:۳ یہ بھی ثابت ہوا کہ مسجد اکبر کے ہوتے ہوئے دوسری مسجد میں جمعہ قائم کرنا جائز نہیں بشرطیکہ مسجد اکبر کی وسعت کو نمازیوں کیلئے

ناکافی ہو

جمعہ عربی زبان کالفظ ہے،ظہوراسلام سے پہلے بھی یہ دن مختلف ناموں سے متعارف تھا،ابن اثیر نے نہایہ میں تحریر کیا ہے کہ جمعہ کا قدیم نام ’’عروبہ‘‘ ہےاورعروبہ سریانی زبان کالفظ ہے جس کا معنی الرحمۃ ہے گویا جمعہ وہ عظیم دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ جمعہ پڑھنے والوں پر اپنی رحمت کی برسات فرماتا ہے،

سب سے پہلے اس عظیم دن کا نام جمعہ رکھنے والے کعب بن لوئی ہیں،،

عبدالرزاق،عبدبن حمید،ابن المنذر،ابن سیرین رحمہم اللہ کی روایت کے مطابق،سورۂ جمعہ کی تنزیل اوررسول اللہ ﷺ مدینہ میں تشریف آوری سے قبل اہل مدینہ جمع ہوئے،انصار نے کہا کہ یہود نے ہفتہ کے سات دنوں میں سے ایک دن مقرر کررکھا ہے،ہمیں بھی ایک دن مخصوص کرنا چاہیے،جس میں ہم بھی اللہ کاذکراورشکرکریں،آخر طے یہ ہوا کہ ہفتہ کے دن یہودکااجتماع ہوتا ہےاوراتوارکادن نصاری کا ہے،لہٰذاہم یوم العروبہ کویوم ذکروشکرمقررکرتے ہیں،ان دنوں میں یوم الجمعۃ کویوم العروبہ کے نام سے موسوم کیا جاتا تھا،،

انصار کی اس تحریک اورتجویزپراجتماع ہوا،لوگ اسعدابن زرارہ کے پاس آئے،اسعد بن زرارہ نے دورکعت نماز پڑھائی اس دن سے یوم العروبہ کی جگہ یوم الجمعۃ معرب ہوا،اس اجتماع کی خوشی میں اسد بن زرارہ نے بکری ذبح کر کے نمازیوں کی تواضع کی،اس طرح اسعد بن زرارہ کوسب سے پہلے جمعہ قائم کرنےاورنماز جمعہ پڑھانے کاشرف حاصل ہوا،اوروہ موضع جہاں سب سے پہلے نماز جمعہ پڑھی گئی ،نقیع الخضمات ہےاس جمعہ میں نمازیوں کی تعداد چالیس تھی،لیکن طبرانی ابی مسعودالانصاری سے روایت کرتے ہیں کہ: کہ سب سے پہلے مہاجر مصعب بن عمیررضی اللہ عنہ ہیں،’’وھواول من جمع بھم قبل ان یقدم رسول اللہ ﷺ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ طیبہ میں رونق افزا ہونے سے قبل جمعہ کا قیام مصعب بن عمیررضی اللہ عنہ نے کیا،،

ہردواحادیث میں تعارض ہے،حافظ امام ابن حجر رحمہ اللہ نے تعارض کودور کرتے ہوئے فرمایا: ’’بان اسعدکان امیراومصعب کان اماما‘‘ اسعدابن زرارہ مومنین کے امیر تھےاورمصعب بن عمیرامام تھے،یہ تدفیہ تعارض بلاغبار ہے کیونکہ اس کی تائیدوتوثیق اس روایت سے ہوتی ہے جس کوعبدالرزاق،عبدبن حمید،ابن المنذر،ابن سیرین وغیرہ محدثین نے اپنی اپنی کتب میں نقل کیا ہے،

(روح المعانی،جز،۲۸،۱۰۱)

مندرجہ اس روایت سے درج ذیل امورثابت ہوئے،

:۱امامت جمعہ کیلئے امیر کی اجازت ضروری ہے،

:۲اہل لوگ جن پر جمعہ فرض ہےان کی مشاورت ضرورت ہے،اس مشاورت میں دیہاتی لوگ شامل نہیں،کیونکہ ان کے متعلق نص قرآنیہ وزرواالبیع،اورفرمان رسول ﷺ لاجمعۃ ولاتشریق ولافطرولااضحیٰ،الافی مصرجامع‘‘ موجود ہے،اگراہل دہ کی مشاورت سے جمعہ کا قیام عمل میں لایاجائےتوبھی قیام جمعہ صحیح نہ ہوگا،کیونکہ ان کیلئے جمعہ کی عدم فرضیت حدیث سے بالفاظ صریحہ ثابت ہے،

:۳روایت کے مطابق اسعدابن زرارہ نے جمعہ کا قیام ایک دیہات ’’نقیع الخضمات‘‘ میں کیا،لیکن امام بخاری اورامام سیوطی رحمہما اللہ

کے مطابق: ''کان ذالک بامرہ علیہ الصلوۃ والسلام فقد اخرج الدار قطنی عن ابن عباس، قال اذن النبی ﷺ لجمعۃ قبل ان یھاجر ولم یستطیع ان یجمع بمکۃ فکتب الی مصعب بن عمیر، اما بعد فانظر الیوم الذی تجھر فیہ الیھود بالزبور، فاجمعوا نسائکم وابناءکم فاذا مال النھار عن شطرہ عند الزوال من الظھر ذالک'' (روح المعانی، جز ۲۸، ص، ۱۰۰)

ترجمہ: یہ جمعہ نبی کریم ﷺ کے حکم پر قائم کیا گیا، الدار قطنی نے حضرت عبداللہ بن عباس (رضی اللہ عنہما) سے حدیث نقل کی ہے کہ: رسول اللہ ﷺ نے ہجرت مدینہ سے قبل، جمعہ قائم کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی تھی، مکہ میں آپ جمعہ قائم نہ کر سکے، حضرت مصعب بن عمیر کی طرف ارشاد نامہ تحریر فرمایا جس میں یہ واضح کیا گیا کہ: اس دن کو ملحوظ خاطر رکھو جس دن زبور کی تعلیمات کیلئے یہود اپنا اجتماع کرتے ہیں تم بھی اپنی خواتین اور بچوں کو جمع کرو، اور جس وقت سورج خط استواء سے ڈھل جائے اور دن جمعہ کا ہو تو اللہ تعالی کی بارگاہ احدیت میں دو رکعت نماز پڑھ کر تقرب حاصل کرو،

اس خط مبارک کی روشنی میں گاؤں / دیہات میں جمعہ کا قیام مشروط اور ایک حکمت پر مبنی ہے،،

جس کا اجمال یہ ہے کہ مذکورہ جمعہ کے قیام سے تبلیغ اسلام کی جائے، جیسا کہ فاجمعوا نسائکم وابناءکم اور اسلام کے مقابل اور معارض یہود ونصاری کی تبلیغی سرگرمیوں کو روکا جائے، مسجد زیر بحث میں بدعقیدگی کی کون سی آفت آن پڑی ہے جس کے دفاع کیلئے یہاں قیام جمعہ ضروری ہو گیا ہے؟ اس مسجد کے اطراف میں تقریباً دو، دو فرلانگ کے فاصلے پر اہل سنت و جماعت کی مساجد میں تبلیغ عقیدہ ہو رہی ہے، یہ جمعہ بلا ضرورت ہے، ذاتی انا اور ذاتی خواہش پر قائم ہوا ہے شرعاً اس کی کوئی حیثیت نہیں،

:۴ بے شک مصعب بن عمیر نے مدینہ طیبہ کے قریب ایک دیہہ یں جمعہ قائم کیا لیکن یہ جمعہ مخصوص حالت اور مخصوص ضرورت کے تحت قائم ہوا، اس کے باوجود اس کی تہہ میں نص قطعی اور رسول اللہ ﷺ نص کارفرما ہے،

اگر اس سے گاؤں میں جواز جمعہ پر استدلال کیا جائے تو قطعی غلط اور باطل محض ہوگا، کیونکہ اس سے فرمان رسول اللہ ﷺ تعارض اور تناقض لازم آئے گا، وہ اس طرح کہ مصعب بن عمیر کی طرف لکھے گئے مکتوب گرامی میں قیام جمعہ کا حکم ہے، اور حدیث ابن ابی شیبہ مروی عن حضرت علی رضی اللہ عنہ موقوفاً گاؤں میں قیام جمعہ کے عدم جواز اور عدم وجود پر نقل ہو چکی ہے، اور امام قدوری نے ظاہر الروایت کے طور پر گاؤں میں قیام جمعہ کی عدم صحت پر نص فرمائی اور صاحب ہدایہ نے بطور تائید اور توثیق حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حدیث موقوف نقل کی، امام قدوری اور صاحب ہدایہ فقہاء کے پانچویں طبقے اصحاب ترجیح سے ہیں، یہ کیسے ممکن ہے کہ ان جلیل القدر فقہاء کی نظر سے یہ احادیث نہ گزری ہوں، اور انہوں نے احادیث کی لفظی معنوی پہنائیوں میں اترے بغیر یہ ترجیح دے دی ہو کہ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں،،

:۵ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث جس کو ابن حزم اور ابن حجر حافظ نے صحیح الاسناد قرار دیا ہے تو یہ حدیث واجب العمل ہے کیونکہ قرآن واضح حکم دیتا ہے: ''ما اتاکم الرسول فخذوہ، وما نھکم عنہ فانتھوا'' رسول اللہ ﷺ نے گاؤں میں قیام جمعہ سے منع فرما دیا ہے لہٰذا اس پر عمل کرنا واجب ہے، اسی لئے فقہاء نے ظاہر الروایہ میں نقل فرمایا: ''ولا تجوز فی القری، گاؤں میں جمعہ بالکل جائز نہیں،

:٦ فقہاء کرام نے صراحت فرمائی ہے: ''کذا لو کان احدھما فی الشروح والاخر فی الفتاوی لما صرحوا بہ من ان ما فی المتون مقدم علی ما فی الشروح'' (ردالمختار، ۱، ۷۲) اگر ایک مسئلہ شرح میں ہو اور اس کے خلاف مسئلہ فتاوی میں ہو تو فتوی اس مسئلہ پر ہوگا جو متن میں ہے، گاؤں میں عدم جواز کا مسئلہ متون میں ہے، فتوی اسی پر ہوگا اور یہی واجب العمل ہے،

تنویر الابصار میں ہے ''ویشترط لصحتھا المصر، وھو مالا یسع اکبر مساجدہ اھلہ المکلفین بھا''

جمعہ صحیح ہونے کیلئے شرط یہ ہے کہ اگر شہر کے مکلف لوگ اکٹھے ہوں تو سب سے بڑی مسجد میں وہ سما نہ سکیں، اس تعریف کی بناء پر اگر گاؤں کی سب سے بڑی ایسی مسجد ہو تو وہاں جمعہ کا قیام صحیح ہے کیونکہ وہ گاؤں جیسا کہ امام ابی یوسف کا فتوی پہلے نقل ہو چکا ہے ،بھی مصر کے حکم میں ہے،،

علامہ ابن عابدین نے اس پر فرمایا: ''ھذا یصدق علی کثیر من القری'' صاحب تنویر الابصار نے مصر کی جو تعریف کی ہے یہ بہت سے دیہاتوں پر بھی سچی آتی ہے تو گاؤں میں ایسی مسجد اور اتنی تعداد نمازیوں کی ہو تو اس مسجد میں جمعہ پڑھا جائے تو صحیح ہے،،

علامہ ابن عابدین الشامی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: ''وفی الخانیۃ المقیم فی موضع من اطراف المصر ان کان بینہ وبین عمران المصر فرجۃ من مزارع لا جمعۃ علیہ ان بلغہ النداء'' (ردالمختار، ۲، ۱۵۳)

فتاوی خانیہ میں ہے کہ جو شخص رجو لوگ شہر کے اطراف میں رہتے ہیں ان جگہوں اور شہر کی آبادی کے درمیان کھیت حائل ہوں تو ان لوگوں پر جمعہ فرض نہیں اگر چہ اذان کی آواز ان تک پہنچتی ہو،،

مسجد زیر بحث اور مرکزی جامع مسجد کے درمیان نہ صرف مزارع حائل ہیں بلکہ نالہ ءبان بھی فاصل ہے لہٰذا بحکم فتاوٰی خانیہ نالہ ءبان کے پار، مزارع کے وسط میں سکونت پذیر لوگوں پر جمعہ فرض نہیں،،

اس کی تائید مزید فتاوی تاتارخانیہ سے بھی ہوتی ہے،: ''وفی التتارخانیۃ ثم ظاہر روایۃ اصحابنا لا تجب الا علی من یسکن المصر او ما یتصل بہ فلا تجب علی اھل السواد ولو قریباً وھذا اصح ما قیل فیہ'' (ردالمختار، ایضاً)

فتاوی تاتارخانیہ میں ہے اور پھر احناف (آئمہ ثلاثہ) کی ظاہری روایت بھی ہے کہ جمعہ صرف ان لوگوں پر فرض ہے جو شہر یا شہر کے متصل جگہوں پر رہتے ہیں، جو لوگ شہر کی حدود سے باہر دیہاتوں میں رہتے ہیں ان پر جمعہ فرض نہیں، مرکزی جامع مسجد پر امام ابو یوسف کی بیان فرمودہ دوسری تعریف صادق آتی ہے لہٰذا وہ جامع مصر ہے جس کی حد نالہ ءبان پر ختم ہو جاتی ہے، نالہ ءبان سے پار کھیت اور آبادی اس حد میں داخل ہے نہ شامل، بقول فتاوی تاتارخانیہ وہ اہل سواد (دیہاتی) ہیں ان پر جمعہ فرض نہیں، جب فرض نہیں تو قیام چہ معنی دارد؟

فتاوی الامداد میں ہے،: ''قال فی الامداد، تنبیہ،، قد علمت بنص الحدیث انہ لا عبرۃ ببلوغ والاثر والروایات عن آئمتنا الثلاثۃ واختار المحققین من اھل الترجیح انہ لا عبرۃ ببلوغ النداء، ولا بالغلوۃ والا میال فلا علیک من مخالفۃ غیرہ وان صحح'' (ردالمختار، ۲، ص، ۱۵۳)

امداد الفتاوی میں ''تنبیہ کے تحت صاحب الامداد نے فرمایا کہ: ''نص حدیث، آثار، اور آئمہ ثلاثہ (احناف) کی روایات، اہل ترجیح کے

محققین کی مختارات کے تحت مجھے معلوم ہوا ہے کہ اذان جمعہ کا سننا، پیدل چلنا، میلوں کی مسافت کا ہونا غیر معتبر ہے مفتی پر لازم ہے کہ وہ ان امور کا خیال رکھے، اگر دیہات میں جواز جمعہ کی صحت پر فتوی دینے والے کے پاس اصح روایت ہو تو اس کو نظر انداز کرے، نص حدیث، آثار صحابہ، احناف کے آئمہ ثلاثہ سے مروی روایات، اور اہل ترجیح کے فقہاء محققین کے قول مختار پر فتوی دے،،

حدیث پاک، اثر صحابی، آئمہ ثلاثہ اور اصحاب اہل ترجیح کے قول مختار سے بفضل اللہ ہم ثابت کر آئے ہیں کہ گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ،فریق مخالف کے پاس کوئی حدیث، کوئی اثر، آئمہ ثلاثہ میں سے کسی امام کا قول جواز ہے ہی نہیں، بالفرض اگر کسی طرف سے کوئی سہارا ملے تو بھی امداد الفتاوی کی تصریح کے مقابل مردود ہے، قابل حجت نہیں،،

تنویر الابصار نے شرائط جمعہ کے عنوان میں فرمایا: ''وشرط لافتراضھا اقامۃ بمصر، وصحۃ'' اس پر درمختار نے فرمایا: ''ای من یعول المریض ،وھذا ان بقی المریض ضائعا بخروجہ فی الاصح رحلیۃ وجوھرۃ،، یعنی مرض میں مبتلا شخص پر جمعہ فرض نہیں، اسی طرح وہ عمر رسیدہ لوگ جو شیخ فانی کی حد کو پہنچے ہوئے ہیں ان پر جمعہ فرض نہیں،،

معلوم ہوا اس بناء پر گاؤں میں جمعہ کا قیام: کہ بیمار لوگ اور عمر رسیدہ اشخاص شہر کی جامع مسجد میں جمعہ پڑھنے نہیں جاسکتے بالکل ناجائز ہے، ان اعذار کی وجہ سے وہ ادائیگی جمعہ کے پابند اور مکلف نہیں،

کیونکہ وذر البیع میں مکلفین کا ذکر ہے جو بازار میں رشہر میں معاملات کرنے کے اہل ہوں، علامہ سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''ای اترکوا المعاملۃ علی ان البیع مجاز عن ذالک فیعم البیع والشراء والاجارۃ وغیرھا من المعاملات اوھودال علی ماعداہ بدلالۃ النص ولعلہ الاولی''

امام رازی رحمہ اللہ نے فرمایا: ''وفیہ اشارۃ الی ترک التجارۃ لان البیع والشراء فی الاسواق غالباً'' مفسرین کی تصریح سے معلوم ہوا کہ خرید وفروخت شہر میں ہوتی ہے، بوقت اذان اول تمام خرید وفروخت سے متعلقہ تجارتی معاملات کو چھوڑنے کا حکم ہے جلالین نے بھی، ای اترکوا عقدہ کہہ کر تائید کردی ہے کہ وذر البیع کا حکم شہر میں کاروبار اور تجارت کرنے والوں کیلئے ہے کیونکہ جمعہ کی صحت، جوازیت اور وجوب کیلئے شہر کا ہونا شرط اول ہے،

سید محمود آلوسی رحمہ اللہ نے نقل فرمایا: ''وفی بحر ابی حیان: وقال ابوحنیفۃ واصحابہ: یجب الاتیان علی من فی المصر سمع النداء اولم یسمع لا علی من ھو خارج المصر وان سمع النداء'' (روح المعانی،، ۱۰۴)

کہ ابوحیان کی کتاب ''بحر'' میں ہے کہ: حضرت امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کا فتوی ہے کہ جو شخص شہر میں رہتا ہے اس پر واجب ہے کہ نماز جمعہ کیلئے آئے اذان جمعہ وہ سنے یا نہ سنے، اور جو شخص شہر کی حدود سے باہر رہتا ہو اس پر جمعہ کیلئے آنا واجب نہیں اگرچہ وہ جمعہ کی اذان سنتا ہو،،

ثابت ہوا کہ آئمہ احناف (امام ابوحنیفہ، اور صاحبین) کے نزدیک جمعہ صرف شہر میں واجب ہے، گاؤں میں نہیں گاؤں والے اگر شہر کی جامع مسجد سے اذان سنتے ہوں تو بھی جمعہ کیلئے آنا ان پر واجب نہیں، قرآن وحدیث اور روایات آئمہ ثلثہ کو دیکھ سن کر پھر بھی گاؤں میں جمعہ کا قیام تقلید کے منافی ہو کر بغاوت، غباوت اور شقاوت نہیں تو پھر اور کیا ہے؟

روح المعانی نے فرمایا: ''الظاہران المامورین بترک البیع ھم المامودون بالسعی الی الصلوۃ، فاسعواالی ذکراللہ میں نماز جمعہ کیلئے آنے کا حکم ہے، یہ حکم تندرست اور صحت مندلوگوں کیلئے ہے جوشہر میں تجارت کرتے ہیں یا تجارتی معاملات چلاتے ہیں، جولوگ مریض ہوں ، دیہاتی ہوں ان کی خواہش پر کہ ہمیں بھی جمعہ کی سعادت اور برکت حاصل ہو جمعہ قائم کرنا کس نص، اثر، روایت آئمہ ثلثہ سے ثابت ہے ؟

جمعہ فرض عبادت ہے آیت جمعہ نے واضح فرمادیا ہے کہ جمعہ دیہات اور گاؤں میں فرض ہے نہ جائز، مدعیان علم واقتدار گاف اور میم میں سے کوئی ایک ثبوت نص روایات آئمہ ثلثہ یا اصحاب اہل ترجیح کے اقوال مختارہ سے بتادیں تاکہ ہم بھی مرنے سے پہلے اپنے علم میں اضافہ کرسکیں،

شنید میں آیا ہے کہ بانیان جمعہ نے فتوی کے قابل تسلیم ہونے کیلئے مفتی کا حاضر سروس ہونا شرط قرار دیا ہے،،

کیا اس جیتی جاگتی دنیا میں جس کا ہر کونہ نورعلم سے تابندہ ہے ایسی بات کہنا جہالت اور حماقت نہیں؟ دورتابعین سے لے کرآج تک آئمہ اربعہ رضوان اللہ علیہم کے اجتہادات اور فرمودات کا پرچم آفاق ارضی پر لہرا نہیں رہا؟ ان فرمودات اور اجتہادات کو صحائف آسمانی کی طرح امت مسلمہ اپنے سینوں سے لگا کر علم وعمل کی شاہراہوں پر رواں دواں نہیں؟ لاکھوں فقہاء کے اوال زریں کا سیل رواں صدیوں سے حیات مسلمہ کی کشت ویران کو سیراب نہیں کررہا؟ ایسا کہنے والے اور کہلوانے والے بتائیں اقلیمہائے فقاہت، اور ثقاہت کے بے تاج یہ بادشاہ کس کے ملازم تھے؟ اگر فتوی کیلئے حاضر سروس ہونا ضروری ہوتا تو فقہہ کے دقیق اور عمیق مسائل پر ہزاروں کی تعداد میں فتاوجات کا ذخیرہ کیسے مرتب اور کیسے جمع ہوتا؟ یاللعجبِ''

جہالت اور حماقت کے ان شاخسانوں کو عوام میں پھیلانا دین کی خدمت نہیں فتوی دینا دینی امر ہے علم ہوتے ہوئے فتوی نہ دینا کتمان علم ہے جوسراسر گناہ ہے ہر اہل شخص فتوی دے سکتا ہے، ''فافہم'' (بہار شریعت، ۱۲، ۲۸۹)

بات گاؤں میں جمعہ کی ہورہی تھی، ثبوتہائے عدم جواز پہلے نقل ہوچکے ہیں مزید علم وآگاہی کیلئے مجتہد حنفیہ محقق ابن الہمام رحمہ اللہ کا ایک فتوی ملاحظہ ہو،،

لیس علی اطلاقہ اتفاقا بین الامۃ اذ لایجوزاقامتھا فی البرادی اتفاقاًواجماعاولافی کل قریۃ'' (فتح القدیر) تمام فقہاء امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جمعہ کا قیام مطلق نہیں، کہ ہر جگہ جمعہ قائم کرنا جائز ہو کیونکہ تمام فقہاء کا اتفاق اور اجماع ہے کہ صحراؤں اور گاؤں میں جمعہ جائز نہیں ، اجماع فقہاء کے خلاف اقدام کرنا تبلیغ نہیں تضلیل ہے،

محقق ابن الہمام کے فتوی سے ثابت ہوا کہ اقامت جمعہ شرائط سے آزاد ہوکر ''ایرادالفاء'' کے حکم میں نہیں بلکہ ''لولاہ لامتنع کی زد میں ہے، اقامت جمعہ کیلئے قضیہ شرطیہ متصلہ لزومیہ کا مواد ضروری ہے،،

اگر مسجد کی تعمیر سونے کی اینٹوں سے ہو، وضوء کیلئے طاہرت خانے اور ٹوٹیاں بھی سونے کی ہوں تو بھی اقامت جمعہ جائز نہیں جب تک اس کے آس پاس، قرب وجوار میں وذروالبیع ماحول موجود نہ ہو،،